سمٹ گئی ہیں۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہونے والا کوئی اہم واقعہ آناً فاناً پوری دنیا میں نشر ہو جاتا ہے۔ اکثروبیشتر ایسے واقعات کوئی وی چینل براہ راست وقوع پذیر ہوتا ہوا دکھا دیتا ہے۔ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تیز رفتار جیٹ ہوائی جہازوں کے ذریعے چند گھنٹوں میں پہنچا جا سکتا ہے۔ مواصلات و اطلاعات کی اس تیز رفتاری کی وجہ سے پورا کرۂ ارض گویا ایک عالمی گاؤں کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ عالم گیریت کا یہ پہلو تو مواصلات و اطلاعات کی انقلابی تیز رفتاری تک محدود ہے لیکن سیاسی اور بین الاقوامی روابط کے لحاظ سے اس کا تصور اور معانی بالکل مختلف ہیں۔ سیاسی اور بین الاقوامی معاملات کے لحاظ سے عالم گیریت سے مراد ریاست کے دائرہ کار میں آنے والے چار اہم وظائف کو عالمی بنانا ہے' یعنی ۱۔ معیشت' ۲۔ بیرونی تجارت' ۳۔ خارجی تعلقات' ۴۔ دفاع۔

مغربی استعمار نے اس سیاسی ہتھیار کے ذریعے ان چار اعلیٰ ریاستی امور کو جس طرح تیسری دنیا اور خصوصاً اسلامی ممالک سے چھین کر اپنے ماتحت کرنے کی کوشش کی ہے اس کی جھلک کچھ اس طرح سے ہے۔

معیشت کو گلوبلائز کرنے کے لیے آئی ایم ایف' ورلڈ بنک' علاقائی ترقیاتی بنک اور ترقی یافتہ ممالک کے بین الاقوامی ترقی کے ادارے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اپنے مخصوص مالی مفادات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ان اداروں نے تیسری دنیا کے ممالک میں قرضوں کی معیشت کو فروغ دیا ہے۔ بات پہلے امداد اور گرانٹ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر کم سود یا محض سروس چارجز کے نام پر قرضوں کی لت ڈالی جاتی ہے اور پھر بھاری سود پر قلیل المیعاد قرضوں کا جال بنا جاتا ہے۔ درآمدی ماہرین' بیرونی مشیر اور مقامی بیوروکریسی مل کر یہ کھیل کھیلتے ہیں اور ریاست کا معاشی ڈھانچہ مغربی استعماری ممالک خصوصاً امریکہ کے ہاتھوں غلاموں کی طرح نہ ٹوٹنے والی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ تیسری دنیا کی کرنسی کی قیمت بار بار کم کر کے اسے بے وقعت کر دیا جاتا ہے اور ڈالر' پونڈ' سٹرلنگ' فرانک اور ین کا قیدی بنا لیا جاتا ہے۔ آئی ایم ایف' ورلڈ بنک اور دیگر بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی ملی بھگت سے اب ڈالر نے عالمی کرنسی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ بین الاقوامی برادری میں کسی ملک کی کرنسی کی وقعت ہی دراصل اس ملک کی وقعت کا تعین کرتی ہے۔ کرنسی جب بے وقعت ہوئی تو اس کرنسی کی مالک ریاست ازخود بے وقعت ہوگئی۔

بیرونی تجارت اور دوسرے ممالک سے لین دین پر ریاست کا اپنا خودمختارانہ حق ہے۔ اس خودمختارانہ حق کو سلب کرنے کے لیے ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کا ہتھیار استعمال میں لایا جا رہا ہے۔ مارکیٹ اکانومی' فری ٹریڈ اور اسی طرح کے دیگر بین الاقوامی معاہدات جن کے پیچھے امریکی اور یہودی سازش کارفرما ہے' ریاستوں کے اس خودمختارانہ حق کو محدود کر چکے ہیں۔ فری ٹریڈ' مارکیٹ اکانومی اور درآمد و برآمد پر

پابندیوں سے آزاد تجارت' بعض ملکوں کو پسندیدہ ترین ملک (most favourite countries) قرار دینے کے لیے دباؤ اور اسی طرح کے امریکی حکم نامے امریکی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی بین الاقوامی اجارہ داری کو بڑھا رہے ہیں۔

امور خارجہ یا کسی ریاست کے دوسری ریاستوں سے باہمی تعلقات' ان تعلقات کی دیرپائی اور وقعت' ان تعلقات کو توڑنے اور قائم رکھنے کی آزادی اور قوموں کی برابری کا تصور' ریاست کے ایسے وظائف ہیں جن سے ریاست کی آزادی' خودمختاری اور بین الاقوامی وقار کا اظہار ہوتا ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی حاشیہ نشینوں نے بین الاقوامی تعلقات کو بھی گلوبلائز کر دیا ہے۔ چھوٹے کمزور ممالک اور تیسری دنیا کے ممالک اپنے خارجی تعلقات کے سلسلے میں عالمی گاؤں کے چودھری یعنی امریکہ کی خوشنودی کے تابع ہیں۔ اگر مرضی پوری نہ کریں تو طرح طرح کی پابندیوں اور دباؤ کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ علاقائی تعاون کے ادارے' دو طرفہ' سہ طرفہ اور کثیرالقومی معاہدات' حقوق انسانی کا ہتھیار' دہشت گردی کی روک تھام کا بہانہ اور اسی طرح کے دیگر استعماری ہتھکنڈے ریاستوں کے اپنے اس اعلیٰ ریاستی وظیفے کو بھی آزادی سے نبھانے میں سدراہ بن رہے ہیں۔ اب اگر کوئی ریاست اپنے بین الاقوامی معاملات اور تعلقات میں آزاد نہیں تو اس کی ریاستی اتھارٹی کہاں باقی رہ گئی۔

اب آیئے انتہائی اہم ریاستی ذمہ داری کی طرف۔ یہ ذمہ داری قومی دفاع کی ذمہ داری ہے۔ تیسری دنیا کی ریاستوں کی یہ ذمہ داری نبھانے کی اتھارٹی بھی گلوبلائز ہو چکی ہے۔ نیوکلیئر فری زون' تحدید اسلحہ کے معاہدے' سی ٹی بی ٹی اور این پی ٹی جیسے امریکہ کی طرف سے ٹھونسے جانے والے بین الاقوامی معاہدات' جاسوس مصنوعی سیارے' پوری دنیا میں پھیلے ہوئے امریکی فوجی اڈے جس طرح پوری دنیا اور خصوصاً کمزور ریاستوں کو اپنے پنجہ استبداد میں لے چکے ہیں' اس کے بعد ریاستوں کی قومی دفاع کی اتھارٹی بھی ایک طرح سے سلب ہو چکی ہے۔ پاکستان' انڈونیشیا' چین' ایران وغیرہ جیسے ممالک اگر ابھی تک قومی دفاع کی اتھارٹی قائم رکھنے کے تصور سے چمٹے ہوئے ہیں تو ان پر امریکہ اور اس کے حواریوں کی طرف سے طرح طرح کی پابندیاں اور محاصرے کی دھمکیاں مسلسل آرہی ہیں۔ قومی دفاع کی اتھارٹی اور آزادی سے بالکل عاری ممالک کی کلاسیکل مثال خلیج کی ریاستیں' کویت اور سابق سوویت یونین کی نوآزاد ریاستیں وغیرہ ہیں۔

ریاست کے چار اعلیٰ سیاسی وظائف یعنی معیشت' بیرونی تجارت' امور خارجہ اور دفاع جب گلوبلائز ہوتے ہیں تو ریاست کی حیثیت اور وقار زیادہ سے زیادہ ایک میونسپلٹی کی سطح کا رہ جاتا ہے' لیکن میونسپلٹی کی سطح کا کردار اور وقار ایک اور ہتھیار سے خاک میں ملا دیا گیا ہے' یا ملا دینے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ یہ ہتھیار ہے مقامیت (Localization) کا ہتھیار۔

مقامیت

مقامیت کے بین الاقوامی ہتھیار کے تحت اقتدار کی مقامی سطح پر منتقلی (devolution of power) کے تصور کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ اس تصور کے تحت تعلیم' صحت' آب رسانی' کوڑا کرکٹ ٹھکانے لگانا' تحفظ عامہ' عدل و انصاف کی فراہمی' ماحول کا کنٹرول وغیرہ جیسی خدمات مقامی سطح پر مقامی حکومت کے ذریعے سے مہیا کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں جس طرح ضلعی حکومتوں اور تحصیل اور یونین کونسل کی سطح پر اقتدار منتقل کرنے کا سوچا جا رہا ہے' یہ اس کی ایک مثال ہے۔ خدمات کے ساتھ سیاسی سرگرمیاں بھی مقامی نوعیت کی کر دی جاتی ہیں کیونکہ جب اقتدار نچلی سطح پر منتقل ہوگا تو سیاسی عناصر کی دل چسپی بھی مقامی سطح تک محدود ہو جائے گی۔ اس طرح سیاسی سرگرمیوں کا مرکز و محور بھی مقامی نوعیت اختیار کر لے گا۔ یوں قومی سطح پر قدآور شخصیات کا آہستہ آہستہ قحط رونما ہوگا اور بالآخر قومی رابطہ اور قومی استحکام متاثر ہوگا۔ قومی مرکزیت کے خاتمے کے ساتھ ریاست کی اتھارٹی اور وقعت اور کم ہو جائے گی۔ مقامی اقتدار اور مقامی سطح پر خدمات کی فراہمی کا میکانزم لوگوں کی وفاداریوں کو مقامی کر دے گا۔ اس طرح عوام کی ریاست کے ساتھ وفاداری اور ریاستی تفاخر کمزور پڑ جائے گا۔

مغربی استعمار کی یہی کوشش ہے کہ مسلمان ریاستیں خصوصاً' اور تیسری دنیا کی دیگر ریاستیں بالعموم' اتنی بے بس اور کمزور ہو جائیں اور ان کی اتھارٹی اتنی سطحی رہ جائے کہ ان کے معاملات میں دخل اندازی مشکل نہ رہے۔ ریاست کے پاس بیرونی وقار کے لیے معیشت' کرنسی' خارجی تعلقات میں آزادی اور قومی دفاع کی اتھارٹی ہوتی ہے۔ مرکزی سیاسی اقتدار کسی ریاست کا ضروری ہتھیار ہے۔ جب عالم گیریت اور مقامیت کے نام پر کسی ریاست سے یہ سب ہتھیار اور اختیارات چھین لیے جائیں تو ریاست کا ڈھانچہ قائم رہنے کے باوجود اس کا وقار' فیصلہ سازی کی آزادی' مزاحمت کی صلاحیت اور قومی مرکزیت قائم رکھنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے اور غالب عالمی طاقت کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ مقامیت کے عمل میں اور مقامیت ہو جانے کے بعد غیر سرکاری تنظیمیں (این جی اوز) ہراول دستے کا کام کرتی ہیں۔ اختیارات کی منتقلی کے نام پر جو اقتدار نچلی سطحوں پر منتقل کیا جاتا ہے اس سے عوام فائدہ حاصل نہیں کرتے بلکہ عملاً وہ این جی اوز کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ یہ این جی اوز زیادہ تر وہ ہوتی ہیں جن کے کرتا دھرتا مغربی استعمار کے ایجنٹ اور کارندے ہوتے ہیں۔ پاکستان کی موجودہ سیاسی کش مکش میں مقامی سطح پر اقتدار منتقل کرنے کی سب سے بڑی حامی بیرونی اشیرباد سے چلنے والی این جی اوز ہیں۔

مغربی استعمار کے عالم گیریت اور مقامیت کے ثمرات' آزاد روی اور نج کاری کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ ہم ذرا تفصیل کے ساتھ ان کا تجزیہ کرتے ہیں۔

آزاد روی

آزاد روی مغربی استعمار کا ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے سامنے ہمارے بڑے بڑے دانش ور اور بعض نظریاتی قائدین بھی ڈھیر ہو جاتے ہیں۔ انھیں جب کٹر، ضدی اور کٹھ ملا کا طعنہ دیا جاتا ہے تو فوراً لبرل، روشن خیال، ترقی پسند اور پیش بین (forward looking) ہونے کا دعویٰ فرما دیتے ہیں۔ آزاد روی کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ گویا یہ معاشرے کو لبرل، روشن خیال، ترقی پسند اور پیش بین بنانے کا عمل ہے۔

آزاد روی کے عمل میں این جی اوز مرکزی کردار ادا کرتی ہیں، خصوصاً بیگمات کی این جی اوز اور مغربی دنیا سے مالی امداد لینے والی این جی اوز۔ آزاد روی میں کبھی چھپے اور کبھی کھلے بندوں خاندانی بندھنوں کو ڈھیلا کرنے اور توڑنے کی تاکید کی جاتی ہے، بزرگوں کی شفقت اور محبت کا مذاق اڑایا جاتا ہے، مشترک خاندانی نظام سے پیدا ہونے والے نفسیاتی اور معاشرتی عوارض گنوائے جاتے ہیں، لڑکیوں کی بے راہ روی کو جرأت مندانہ اقدام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور رشتوں ناطوں کے تقدس کو پامال کرنے کے ڈرامے رچائے جاتے ہیں۔ دوسری طرف ثقافت اور ابلاغ عامہ کے ذرائع کو لبرلائز کرنے کی تلقین کی جاتی ہے اور صاف ستھری عادات، تفریحات اور ثقافتی سرگرمیوں کی گھٹن پیدا کرنے کے نام پر تضحیک کی جاتی ہے۔ اسی طرح مذہبی سوچ کو لبرلائز کرنے کا وعظ کیا جاتا ہے۔ اسلامی اقدار اور وظائف کی پاسداری پر کٹھ ملا کی پھبتی کسی جاتی ہے۔ اس کے بعد آزاد روی کے نعرے کے تحت معاشرے کی ثقافتی، نظریاتی اور روایتی جڑیں اکھاڑی جاتی ہیں اور معاشرے کو بے لنگر جہاز کی طرح انتشار ذہنی کے سمندر میں لڑھکنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

نج کاری کا عمل

اوپر بیان کیے گئے تینوں ہتھیاروں کی منزل نج کاری ہے۔ نج کاری کے ذریعے تین اہداف حاصل کیے جاتے ہیں۔ پہلا، قومی وسائل اور ذرائع پر کثیرالقومی اداروں کا قبضہ۔ دوسرا، خدمات کی تاجرانہ نرخ پر فراہمی تاکہ عوام کو ہر چیز قیمتاً ملے جس میں صحت، تعلیم، آب رسانی، تحفظ عامہ اور عدل و انصاف سب شامل ہیں۔ استعماری ملکوں کی ملٹی نیشنل کمپنیاں ان خدمات کو سستے داموں خرید کر مہنگے داموں عوام کو مہیا کرتی ہیں۔ یہ بنیادی انسانی خدمات ہیں۔ جب یہ خدمات ملٹی نیشنلز کے پاس چلی جاتی ہیں تو گویا ریاست کی شہ رگ ان ملٹی نیشنلز کے ہاتھ میں ہے اور وہ کسی بھی وقت ہاتھ دبا کر ریاست کی رگ زندگی کاٹ سکتی ہیں۔ تیسرا، مرکزی حکومت پر اثرانداز ہونا۔

جب خدمات مقامی ہوں گی، جب اقتدار مقامی ہوگا، جب سیاست مقامی سطح اختیار کر لے گی اور وفاداری اور محبت کا محور مقامی حکومت ہو گی اور جب اس مقامی حکومت کی شہ رگ کسی ملٹی نیشنل کے

ہاتھ میں ہو گی تو کون سی وہ جی دار ریاست ہے جو مغربی استعمار کے سامنے سر اٹھا سکے گی۔ یہ ہے مغربی استعمار کا سازشی منصوبہ جس کے ذریعے لڑے بغیر، اپنے جوانوں کا خون بہائے بغیر اور کچھ خرچ کیے بغیر وہ تیسری دنیا کے اقتدار اعلیٰ، فیصلہ سازی اور مالی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے۔

تیسری دنیا اور خصوصاً مسلم ممالک کو زیردست رکھنے کی کوششوں کی ایک وجہ مغربی استعمار کا اندرونی خوف بھی ہے۔ یہ خوف مغربی معاشروں کی قلت آبادی اور اسلامی دنیا کی کثرت آبادی کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مغربی ترقی یافتہ ممالک بشمول آسٹریلیا آبادی کی کمی کا شکار ہیں۔ ان کو کارخانے، ادارے اور ملک کے نظام کو چلانے کے لیے نوجوانوں کی مطلوبہ تعداد میسر نہیں ہے۔ اکثر مغربی ممالک میں ۶۰ سال سے زائد عمر یعنی ریٹائرڈ افراد کی تعداد کل آبادی کے ۴۰ فی صد سے بڑھ گئی ہے۔ جلد ہی یہ نسبت ۶۰ فی صد سے اوپر ہو جائے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کمانے والے افراد کم ہو رہے ہیں اور کھانے والے بڑھ رہے ہیں۔ نتیجتاً ان کی معیشت پر بوجھ بڑھ رہا ہے۔ اگر یہی صورت حال رہی تو ایک دن ان ممالک کی معیشت بالکل بیٹھ جائے گی اور ان ممالک کی ریاستیں اور حکومتیں قابل عمل نہیں رہیں گی۔

دوسری طرف ترقی پذیر ممالک اور خصوصاً اسلامی ممالک میں آبادی کی نمو کی شرح ۳ فی صد کے لگ بھگ ہے اور یہ نسبت بڑھ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممالک "جوان آبادی" والے ممالک ہیں، نیز ان کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ کمانے والے ہاتھ زیادہ ہیں اور "صرف" کھانے والے منہ کم ہیں۔ وقت کے ساتھ دو نتائج برآمد ہوں گے۔ اول یہ کہ ان ممالک میں معاشی سرگرمی بڑھے گی اور یہ ممالک توانا ہوں گے۔ دوم یہ کہ ان ممالک کی فاضل آبادی، کم آبادی والے ممالک کا رخ کرے گی جہاں خود ان ممالک کو ان افراد کی خدمات درکار ہوں گی۔ انتقال آبادی کے اس عمل سے مغربی ممالک میں ایشیائی اور افریقی نسل کے لوگوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوگا۔ اگر موجودہ رجحان برقرار رہتا ہے تو اگلے ۵۰ سے ۸۰ سال کے اندر دنیا میں آبادی کی تقسیم کا نقشہ بدل جائے گا۔ امریکی، برطانوی، فرانسیسی، جرمن اور آسٹریلوی نسل کے لوگوں کے بجائے یہ ممالک ایشیائی اور افریقی نسل کے لوگوں کے ملک بن جائیں گے۔ اگر یہ ایشیائی اور افریقی زیادہ تر مسلمان ہوئے تو یہ ممالک مسلم آبادی والے ممالک بن جائیں گے۔

قوت بیان کے لیے خیال' الفاظ' آواز' سماعت اور ادائیگی بنیادی عناصر ہیں

لیکن ـــــــ بیان کی تاثیر خاموشی میں پنہاں ہے!

سکوتِ خاموشی' ایک کیفیت ہے ـــــــ خیال کو پرکھنے کے لیے' راستے کو بنانے کے لیے' الفاظ کو چننے کے لیے' ردِعمل کا اندازہ کرنے کے لیے

خاموش انسان اپنے آپ کو ٹٹول سکتا ہے' اپنے قلب و دماغ اور سمع و بصر کی قوتوں کو بروئے کار لا کر بیان کو ترتیب دے سکتا ہے۔

اپنا بیان پہلے اپنے آپ کو سنا سکتا ہے۔

خاموشی غور و فکر کا پہلا زینہ ہے ـــــــ عمل کرنے کے لیے توجہ چاہیے۔ توجہ کرنے کے لیے خاموشی درکار ہوتی ہے۔

بیان کی تاثیر کے ساتھ' عمل کی افادیت کا راز بھی خاموشی میں مضمر ہے

اس لحاظ سے قیادت کی خاموشی معنی خیز ہوتی ہے

اس کی حرکت کی سمت اور قوت بھی اس کی خاموشی کے سکوت پر منحصر ہوتی ہے۔